خطبہ جمعہ

توکل کا مضمون زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے

توکل کرنے والے اور نہ توکل کرنے والوں میں بہت نمایاں فرق ہوتا ہے

جو سچا توکل کر کے چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہزار نقصانات سے بچاتا ہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۴ تبوک ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ. وَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾۔

(سورة يونس آيت ۸۵، ۸۶)

اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر توکّل کرو اور تم فی الحقیقت فرمانبردار ہو جاؤ۔ تو انہوں نے جواباً کہا اللہ پر ہی ہم توکل رکھتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں کے لئے ابتلاء نہ بنانا۔

اس ضمن میں سب سے پہلی حدیث جو میں نے چنی ہے وہ حضرت مغیرہ بن ابی قرّہ السدوسی سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس (اونٹنی) کو باندھوں اور پھر توکّل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں اور پھر توکّل کروں۔ تو آپؐ نے فرمایا اسے باندھو اور پھر توکّل کرو۔

(ترمذی ابواب القيامة)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معنے ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا تعالیٰ پر چھوڑے اس کا نام توکّل ہے اور اگر تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکّل کرتا ہے تو اس کا توکّل پھوکا (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ہوگا اور اگر نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکّل نہیں کرتا تو وہ تدبیر بھی پھوکی" (یعنی جس کے اندر کچھ نہ ہو) "وہ تدبیر بھی پھوکی ہوگی۔ ایک شخص اونٹ پر سوار تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس نے دیکھا۔ تعظیم کے لئے نیچے اترا اور ارادہ کیا کہ توکّل کرے اور تدبیر نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اونٹ کا گھٹنا نہ باندھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے۔ واپس آکر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے تو توکّل کیا تھا لیکن میرا اونٹ جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ تُو نے غلطی کی۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا پھر توکّل کرتا تو ٹھیک ہوتا"۔ (ملفوظات جلد ششم، مطبوعہ لندن۔ صفحہ ۳۳۴)

دراصل توکّل کا مضمون ہماری ساری زندگی پر پھیلا پڑا ہے۔ زمیندار جب بیج بوتے ہیں وہ دراصل اپنے زور سے تو بیج نہیں اگاتے۔ وہ تو بیج پھینک دیتے ہیں اور نظام قدرت ہے جس نے بیج کے اندر پیچ در پیچ باریکیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ اس بیج کے اندر جو اگنے کا مادہ ہے وہ اتنا حیرت انگیز ہے کہ اگر انسان اس پر غور کرے تو محو حیرت رہ جائے کہ کتنی باریکیاں ہیں۔ ورنہ دیکھنے میں تو بظاہر ایک دانہ ہے جس کو پھینک دیا اور وہ اُگ آیا۔ اور پھر اس کے ساتھ وتّر کا آنا، بیج کا مناسب زمین پر پڑنا، بارش کا پانی نہ زیادہ ہونا یا کم ہونا، یا ویسے کھیت کا پانی نہ زیادہ ہو نہ کم دیا ہو، بہت سے ایسے مواجہات ہیں جو بیج کے اگنے کے لئے ضروری ہیں۔

پس ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ توکّل شاید اسی کا نام ہے کہ کسی پر توکل کر لو، کسی پر اعتبار کر لو۔ توکّل بہت گہرا مضمون ہے۔ ایک بیج کی مثال دیکھیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس پر غور کرتے چلے جائیں تو جتنا غور کریں گے اس میں عظیم الشان گہرائی پر گہرائی اور گہرائی پر گہرائی نظر آتی چلی جائے گی۔ پھر وہ بیج کا نظام پیدا کیسے ہوا، آغاز اس کا کیسے ہوا، کیوں ہر بیج کو اپنے سا بیج پیدا کرنے کی صلاحیت نصیب ہوئی اور پھر بیج بھی تو کئی قسم کے ہیں۔ کئی بیج ایسے ہیں کہ جن کو پھیلانے کے لئے خاص قسم کی شکل ضروری ہے کیونکہ اس کے اوپر بُور آتا ہے اور وہ بیج ہلکا ہو کے ہواؤں سے اڑتا ہے اور اتنا اڑتا ہے کہ بعض دفعہ سمندر پار چلا جاتا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے دنیا میں جو بیج پھیلانے کا انتظام کیا ہوا ہے یہ بھی تو توکّل ہی ہے اور انسان کبھی غور نہیں کرتا کہ اس توکّل کے بغیر ہمارا ایک چھوٹے سے چھوٹا بیج بھی جسے آک کا پودا کہتے ہیں اس کا بیج بھی نہیں پھیل سکتا۔ حیرت انگیز نظام ہے کہ بعض دفعہ، بعض گٹھلیاں ایسی ہیں کہ جن کو جب تک کوئی جانور کھا نہ لے وہ گل ہی نہیں سکتیں۔ مثلاً ہاتھی جب وہ کھالیتا ہے تو اس کے پیٹ کے تیزاب سے وہ گلتی ہیں اور چونکہ ہاتھی لمبے سفر کرتے ہیں اس لئے جب ان کو نکالتے ہیں تو ان میں اگنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔ پس نظام قدرت تو ایسا عجیب نظام ہے کہ ذرہ ذرہ میں خدا دکھائی دیتا ہے، اگر انسان کو دیکھنے کی بصارت ہو تو اس لئے توکّل کے مضمون کو یونہی عام نہ سمجھیں، بہت گہرا اور وسیع مضمون ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا توکّل کرو جیسا کہ حق ہے تو تمہیں ویسے رزق دیا جائے گا جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ خالی پیٹ صبح کو نکلتے ہیں اور بھرے پیٹوں سے شام کو واپس آتے ہیں"۔ (ترمذی ابواب الزهد)۔

یہ مضمون بھی دوہرے معنی رکھتا ہے۔ پرندہ اڑ کر جب جاتا ہے تو محنت کرتا ہے، بیج کو تلاش کرتا ہے، کھودتا ہے۔ اس کو پتہ ہے کونسی جگہ کھودی جائے گی تو وہاں سے بیج نکلے گا۔ تو اگر غریب انسان ہے اور کلہاڑا لے کر نکل جائے یا اور کوئی ایسا ہتھیار لے کر جس کو چلانے سے اس

کی روزی کمائی جا سکتی ہے تو اس نے خدا پر توکّل کیا اور لوگوں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ خدا پر ایسے توکّل سے، یہ ہمارا ایسا خدا ہے کہ وہ، ضرور پھر روزی کے سامان پیدا کر دے گا۔

بعض لوگوں کو اس کے برعکس یہ عادت ہوتی ہے کہ اپنا فقر ننگا کرتے ہیں۔ بظاہر کہتے ہیں کہ ہم نے مانگا تو کچھ نہیں، کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا مگر ان کا چہرہ، ان کی آنکھیں، ان کا جسم بول رہا ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ دو۔ غرضیکہ پہچاننے والے پہچان لیتے ہیں۔ ان کی پیشانی پہ جو علامتیں ہیں ان سے ہی پتہ چل جاتا ہے اور بعض لوگ باوجود فاقہ کشی کے اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور سنبھال کے رکھتے ہیں۔ ہنس کر بات کرتے ہیں، چہرے پر اپنی بھوک کا اثر نہیں آنے دیتے۔ پس ایسی صورت میں توکّل کے مضمون کو دیکھیں تو کتنا بدلتا جاتا ہے۔ محض مانگنا ہی نہیں، حالت غریبانہ بنا کر اگر حالت مانگنے لگے تو وہ بھی توکّل کے خلاف ہے۔

چنانچہ فرمایا 'تمہیں رزق دیا جائے گا جیسے پرندے کو دیا جاتا ہے۔ وہ خالی پیٹ صبح کو نکلتے ہیں اور بھرے پیٹوں کے ساتھ شام کو واپس لوٹتے ہیں'۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ 'میری اُمّت کے ستّر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہونگے'۔

یہاں ستّر ہزار سے مراد ایک تکمیل کا لفظ ہے۔ ستّر جس میں سینکڑوں ستّر ہو سکتے ہیں اللہ کی مرضی ہے جتنا چاہے بڑھا دے اور اس کا بھی توکّل سے تعلق ہے۔ اگر توکّل ہو کہ اللہ تعالیٰ بخش دے گا تو خدا جانے پہلے کتنے ستّر ہزار ہو گزرے ہیں یا ستّر ستّر ہزار ہو گزرے ہیں اور کتنے آئندہ آنے والے ہیں، دنیا کتنی باقی ہے اور ہر نسل جو ہے وہ اللہ پر توکّل کرے تو وہ اس کے گناہ بخش سکتا ہے اور جب چاہے گا بخش دے گا۔

لیکن ساتھ ایک شرط رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمائی ہے۔ یہ لوگ ہونگے جو دوسروں کے عیوب کی تلاش میں لگے نہیں رہتے اور نہ ہی فال لینے والے ہونگے بلکہ اپنے رب پر توکّل کرتے ہونگے۔ (بخاری کتاب الرقاق)

اب یہ دو باتیں ہیں ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جو لوگوں کے عیوب کی تلاش میں رہتے ہیں وہ پردہ دری کرتے ہیں اور جو پردہ دری کرنے والے ہوں ان کو اللہ پر توکّل کا کوئی حق نہیں۔ کئی گناہ اُچھل کر خود بخود باہر آ جاتے ہیں۔ وہ جب خدا مناسب سمجھے ان کو باہر نکال دیتا ہے مگر ایک مومن، ایک نیک ظن انسان گناہ کی تلاش میں نہیں رہتا اور جو گناہ کی تلاش میں نہیں رہتا اللہ بھی اس سے ایسا ہی سلوک فرماتا ہے۔

اور دوسرا ہے 'اور فال نہ لینے والے'۔ فال لینے کا مطلب یہ ہے کہ اٹکل مار کے بعض دفعہ تیروں سے یا بعض دفعہ دوسری چیزوں سے فال لی جاتی ہے کہ یہ ہو جائے گا تو یوں ہو جائے گا، یہ ہو جائے گا تو یوں کروں گا۔ یہ ساری گپیں ہیں۔ اس کو توکّل نہیں کہتے۔ توکّل یہ ہے کہ غور کرے یہ رستہ بہتر ہوگا اور حالات یہ بتاتے ہیں کہ بظاہر یہ رستہ بہتر ہوگا پھر اس رستے کے پیچھے چل پڑے۔ فال نکالنے والے تو ہمیشہ دھوکا کھاتے ہیں۔

ترمذی کی ایک حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص کو فاقہ نہ آلیا اور اس نے اس فاقہ کی حالت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کا فاقہ دور نہ ہوگا"۔

یہ جو پیش کرنے کا مضمون ہے یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں خواہ زبان سے پیش کرے خواہ آثار سے پیش کرے ایسے لوگ ہمیشہ فاقہ کا شکار ہی رہتے ہیں۔ لوگوں کی خیرات سے کسی کا کچھ نہیں بنا کرتا۔ "اور جس کو فاقہ آیا اور اسے وہ اللہ کے سامنے پیش کرے تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اس کے لئے رزق نازل کرے گا"۔ (ترمذی کتاب الزھد)۔ یہاں جلد یا بدیر کا لفظ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔

توکّل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم نے ادھر توکّل کیا اور ادھر کہیں سے روٹی مل گئی۔ توکّل کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان اصرار کے ساتھ توکل پہ بیٹھا رہے اور پھر یقین کرے کہ بالآخر میرا خدا میرے رزق کا سامان پیدا کر دے گا۔

ایک شخص کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اسے بہت زاہد بننے کا شوق تھا اور وہ زاہد بن کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جا چھپا اور کہا کہ میں تو کسی سے نہیں مانگوں گا، اللہ مجھے رزق دے گا تو میں لوں گا۔ اب وہ شخص کچھ دیر تو اسی طرح رہا لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ایک بہت بزرگ عابد انسان بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے جگہ جگہ سے تحفے لانے شروع کئے اور اس کے درخت کے نیچے کھانوں کے ڈھیر لگ گئے اور وہ لوگوں کو بھی بانٹنے لگا۔ اب خدا تعالیٰ نے اس کو آزمانا تھا۔ چنانچہ ایک دن ایسا ہوا کہ ہر ایک نے سمجھا کہ دوسرا لے گیا ہوگا اور اس دن اس کو کچھ بھی نہ ملا۔ سارا دن درخت کے نیچے بیٹھا رہا، بھوکا پیاسا، برا حال۔ آخر خیال آیا کہ دیکھنا چاہئے جا کر۔ باہر نکلا اور ایک جگہ جا کر ایک دروازہ کھٹکھٹایا تو دروازے والے نے جب دیکھا تو اس نے کہا او ہو آپ کدھر آ گئے ہیں۔ معاف کرنا غلطی ہو گئی ہم تو بھول ہی گئے تھے۔ ہمیں پہنچنا چاہئے تھا۔ اس نے اس کو دو روٹیاں اور کچھ سالن دے دیا۔ وہ چلنے لگا تو کشفاً اس کو اس کا وہ کتا دکھایا گیا جو باتیں کر رہا تھا۔ کتے نے کہا میں اس دروازے پہ بیٹھا ہوا ہوں اور کسی اور دروازے پر نہیں جاتا۔ میرا حق ہے کہ ایک روٹی مجھے دو۔ اس نے وہ روٹی اس کو پکڑا دی اور کھلا کر چلنے لگا تھا کہ کتا پیچھے پیچھے آ گیا۔ اس نے کہا ایک روٹی سے میرا پیٹ نہیں بھرتا یہ دونوں روٹیاں تم نے میرے مالک سے لی ہیں۔ اپنے مالک کو چھوڑ کر میرے مالک کے پاس آئے ہو اس لئے اپنے مالک کی چیز کا میں حق دار ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں روٹیاں پھینک کر واپس اپنے درخت پہ چلا گیا اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس وقت لوگوں کو یاد آیا اور لوگوں نے پھر وہاں رزق پہنچانا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے سبق دینا تھا۔

دیکھو توکّل کوئی معمولی بات نہیں ہے اور نہ ہی توکّل کا یہ مطلب ہے کہ ادھر توکّل کیا ادھر ہی فوراً رزق مل گیا۔ اللہ چاہے تو فوراً دے دیتا ہے، نہ چاہے تو فوراً نہیں دے گا۔ دیکھیں آپ بیج ڈالتے ہیں، توکل کرتے ہیں، بعض دفعہ بیج ضائع ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ فصل اُگتی بھی ہے تو جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے "پھوکی"۔ اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ زمیندار جانتے ہیں کہ توکّل کیا تھا اور ایک سال ایسا آیا کہ اس میں کچھ نہ نکلا۔ لیکن توکّل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے مضمون باندھے ہیں جن پر غور کرنے کے نتیجے میں توکّل کے حقیقی معنی سمجھ آتے ہیں۔ یہ جو خدا تعالیٰ کا پیدائش کا نظام ہے یہ بھی ایک خاص چکر کھاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانے میں سات سال کا قحط آیا تھا۔ یہ نظام بھی بعض دفعہ پہلے رؤیا میں بتا دیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ بغیر بتائے بھی اگر زمیندار غور کرے تو معلوم کرتا ہے کہ خاص چکر ہوتا ہے۔

چنانچہ میں جو اپنی زمینوں کا انچارج مقرر تھا میں نے یہ اصول بنا کے رکھا ہوا تھا اور یہی میں اپنے عزیز مرزا مسرور احمد صاحب کو بتاتا ہوں کہ یاد رکھو کہ ہر چوتھے سال ایک ابتلا آئے گا اور توکّل یہ نہیں ہے کہ کہو کہ دیکھو ہم نے یہ بیج پھینکا اور کچھ نہیں ملا۔ توکّل کے ساتھ صبر شامل ہے۔ تو تم جب بیج پھینکو تو صبر کرو اور اندازہ، فال نہ لگاؤ بلکہ قانون قدرت کو پرکھو اور قانون قدرت جہاں تک میں نے پڑھا ہے مجھے یہی بتاتا ہے کہ قریباً چار سال کے بعد ایک ابتلا کا

سال آیا کرتا ہے ۔ پس جو پہلے تین سال ہیں ان میں بچا کے رکھو۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روئیداد سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بچا کے رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ جو آیا وہ سب کچھ خرچ کر دیا۔ اب یہ بھی توکّل کے خلاف ہے کہ جو آیا سب کچھ خرچ کر دیا کہ اللہ نے دیا اور بھی دے دے گا۔ تو نظام توکّل تو بہت گہرا نظام ہے۔ ایک بات سے دوسری بات نکلتی چلی جاتی ہے۔

حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ جب گھر سے نکلتے تو فرماتے تھے 'اللہ کے نام کے ساتھ اس پر توکّل کرتے ہوئے میں گھر سے باہر نکلتا ہوں'۔ ہر روز جب انسان گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس خیال سے کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے پوری احتیاطیں بھی نہیں پوری کرتا۔ لیکن اگر احتیاطیں بھی پوری کرے تو یقین کرے کہ جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شامل نہیں ہوگا کوئی خرابی پیدا ہو جائے گی۔ بعض دفعہ موٹر کے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں۔ ایک آدمی بہت احتیاط سے چلا رہا ہے اور ہر طرح کی بہترین کار اس نے رکھی ہوئی ہے جس میں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں اور سامنے سے آنے والا ایک شرابی ڈرائیور ہے اس نے اس کو ٹکر مار دی۔ تو اب دیکھیں جو توکّل کرنے والا ہے وہ ساتھ دعا بھی کر کے چلے گا اب جو دعا کر کے چلے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد فرمائے گا۔

ایک دفعہ مجھ سے ہمارے ایک عزیز پائلٹ تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں ہمیشہ جنگ کے دوران جب جہاز پہ جایا کرتا تھا تو یہ دعا کیا کرتا تھا "سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"۔ یہ دعا کہتے ہیں لکھ بھی لیا کرتا تھا جہاز کے اوپر اور پڑھتا بھی جایا کرتا تھا۔ کہتے ہیں ہمیشہ خدا کے فضل سے سخت بمباری، سخت توپوں میں سے نکل کر میں ہمیشہ واپس آتا رہا۔ ایک دفعہ بھول گیا اور اسی دفعہ میں ایک توپ کا نشانہ بنا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ مجھے چونکہ توکل کی عادت تھی اس وقت مجھے یاد آیا اور میں نے توکّل شروع کیا، دعا پڑھنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے مجھے زندہ بچا لیا اور اس قید سے بھی نسبتاً سہولت سے نجات بخشی۔

توکّل کا مضمون تو زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ توکّل کرنے والے اور نہ توکّل کرنے والوں میں بہت نمایاں فرق ہوتا ہے۔ جو سچا توکّل کر کے چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہزار نقصانات سے بچاتا ہے، ہزار آفات سے بچاتا ہے۔ مگر فال کے طور پر نہ کریں۔ غور کریں، فکر کریں اور نظام قدرت کو پڑھیں اور اس کے مطابق کوئی فیصلہ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی جو دعا حضرت امّ سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کی ہے وہ آگے چلتی ہے۔ "اے اللہ ہم تجھ سے اس بات کی پناہ طلب کرتے ہیں کہ ہم پھسل جائیں یا گمراہ ہو جائیں یا ہم ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا ہم جہالت کریں یا ہمارے خلاف جہالت کی جائے"۔ (ترمذی کتاب الدعوات)۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اصل میں توکّل ہی ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے توکل کے اصلی مفہوم کو سمجھ کر صدق دل سے قدم رکھنے والا ہو اور صبر کرنے والا اور مستقبل مزاج ہو، مشکلات سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹ جاوے دنیا گزشتنی اور گزاشتنی ہے"۔ اس لائق ہے کہ اس کو بھولا جائے اور ترک کر دیا جائے۔ "اور اس کے کام بھی ایسے ہی ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اس کا غم نہ کرے اور آخرت کا فکر زیادہ رکھے۔ اگر دین کے غم انسان پر غالب آ جاویں تو دنیا کے کاروبار کا خود خدا متکفل ہو جاتا ہے"۔ (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ لندن)

پھر فرماتے ہیں:

"انسان کو مشکلات کے وقت اگرچہ اضطراب ہوتا ہے مگر چاہئے کہ توکّل کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ دے۔ آنحضرتﷺ کو بھی بدر کے موقع پر سخت اضطراب ہوا تھا"۔ کتنا باریک فرق دکھا دیا آپ نے۔ "سخت اضطراب ہوا تھا چنانچہ عرض کرتے تھے یَا رَبِّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔ مگر آپ کا اضطراب فقط بشری تقاضا سے تھا کیونکہ دوسری طرف توکل کو آپ نے ہرگز ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ آسمان کی طرف نظر تھی اور یقین تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ یاس کو قریب نہیں آنے دیا تھا۔ ایسے اضطرابوں کا آنا تو انسانی اخلاق اور مدارج کی تکمیل کے واسطے ضروری ہے مگر انسان کو چاہئے کہ یاس کو پاس نہ آنے دے۔ انسان کو طرح طرح کے خیالات اضطراب کا وسوسہ ڈالتے ہیں مگر ایمان ان وساوس کو دور کر دیتا ہے ۔ بشریت اضطراب خریدتی ہے اور ایمان اس کو دفع کر دیتا ہے"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲۔ مطبوعہ لندن)